حکمتِ سیّد مودودیؒ

محمد یوسف صاحب لائبریرین ادارہ تحقیقات اسلامی۔ لاہور

نصف صدی پہلے کے "اشارات" مولینا سیّد ابوالاعلیٰ مودودی رحمہ اللہ نے "فاتحہ" کے عنوان سے لکھے تھے۔ ہجری کیلنڈر کے مطابق یہ تحریر اب سے ساڑھے اکیاون برس پہلے کی ہے۔ جب ترجمان القرآن مولینا کے ہاتھوں میں آیا۔ یہ تحریر محرم ۱۳۵۲ھ کے اس پرچے میں شائع ہوئی جو مولینا کی ادارت میں نکلنے والا اولیں شمارہ تھا۔

(مرتب)

الحمد للہ الذی انزل الینا کتابًا فیہ ھدیً وشفاءٌ للناس، وبیرہ لنا لنذکربہ، وارسل الینا عبدہ ورسولہ محمدًا صلی اللہ علیہ وسلم بالھدی ودین الحق یتلوا علینا ایاتہ ویزکینا ویعلمنا الکتٰب والحکمۃ، ویخرجنا من الظلمٰت الی النور۔

یہ رسالہ اپنی زندگی کے چھ مہینے پورے کرنے کے بعد آج ایک دوسرے مرحلے میں قدم رکھ رہا ہے۔ جو پہلے مرحلے سے زیادہ کٹھن اور دشوار ہے۔ کٹھن اور دشوار صرف اسی معنی میں نہیں کہ اس کے پیش نظر اب پہلے سے زیادہ مشکل کام ہے، بلکہ اس معنی میں بھی کہ جن ہاتھوں میں وہ منتقل ہو رہا ہے وہ پہلے کام کرنے والے ہاتھوں سے زیادہ کمزور ہیں۔ اب تک اس رسالہ کی تحریر و ترتیب ایک ایسے شخص کے ہاتھ میں تھی جس نے برسوں سے اپنی زندگی کو قرآن اور صرف قرآن کی خدمت کے لیے وقف کر رکھا ہے، جس کے لیے قرآن کے ذکر اور قرآن کی تعلیم و تبلیغ کے سوا دنیا کی کسی چیز میں دلچسپی

نہیں رہی، جس نے قرآن کے کام کو اوڑھنا اور بچھونا بنا لیا ہے، اور قرآن کی طرف دعوت دینے میں جس کا انہماک اس قدر بڑھا ہوا ہے کہ دنیا کے ہر انہماک کو اس پر رشک آتا ہے۔ ایسے شخص کے لیے سب سے بڑی قوت اس کا خلوص، اس کی تن دہی اور اس کا ایثار ہے جو ہر مشکل سے مشکل امر میں کامیابی کے لیے ضامن ہوتا ہے۔ مگر اب یہ کام اُس شخص کے سپرد کیا جارہا ہے، جو انکسار کے طور پر نہیں، اعترافِ حقیقت کے طور پر اپنی کمزوری، اپنی بیچارگی، اپنی بے مائگی کو تسلیم کرتا ہے اور ہر شخص سے زیادہ خود اپنے عجز و درماندگی سے واقف ہے۔

ایک طرف یہ ضعف و ناتوانی ہے۔ دوسری طرف پیشِ نظر کام یہ ہے کہ اسلام کو اس اصلی روشنی میں پیش کیا جائے جس میں قرآن حکیم نے اس کو پیش کیا ہے۔ اور قرآن حکیم کی تعلیمات اور اس کے حقائق و معارف کو اس طریق سے بیان کیا جائے، جس طریقے سے سلف صالح نے ان کو بیان کیا ہے۔ کہنے کو یہ کام بہت آسان ہے۔ صرف دو جملوں میں اس کا ماحصل ادا کر دیا جاسکتا ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ مشکوٰۃ نبوت سے بعد، علمِ صحیح کی کمی، سلامتِ قلب و سدادِ نظر کے فقدان، یونانی تفلسف، عجمی موشگافی، مغربی تشکیک، اور سب سے بڑھ کر خود پرستی، عقلیت کے گھمنڈ اور ہوائے نفس کے اتباع نے ہمارے اور معارف قرآنی کے درمیان ایسے پردے ڈال دیئے ہیں کہ جو قرآن آسان کیا گیا تھا وہ وہ اب سب سے زیادہ مشکل ہو گیا ہے۔ جو نہ صرف روشن بلکہ روشن گر، نہ صرف نور بلکہ منیر تھا وہ اب خود اپنی اصلی شکل میں نظر نہیں آتا کجا کہ ہم کو سیدھا راستہ دکھائے۔ جو آنکھوں کو دیکھنے، کانوں کو سننے، دلوں کو سمجھنے کی دعوت دینے آیا تھا وہ اب خود نہ دکھائی دیتا ہے، نہ کانوں میں اُترتا ہے اور نہ دلوں تک پہنچتا ہے۔ قریب قریب ایک ہزار برس سے اس سراجِ منیر، اس نورِ مبین، اس شمعِ ہدایت پر اسرائیلیات، یونانیات، عجمیات اور فرنگیات کے تو بر تو پردے ڈالے جا رہے ہیں، جن کا نتیجہ یہ ہے کہ اس کے الفاظ میں چاہے تحریف نہ ہوسکی ہو، مگر معانی کچھ سے کچھ ہو گئے ہیں، حقائق چھپ گئے ہیں، ـــــــــــ تعلیمات مستور ہو گئی ہیں، اور ان فوائد کا حصول کم اور کم تر ہوتا چلا جارہا ہے۔ جن کے لیے یہ کتاب نازل کی گئی تھی۔ فلسفیوں کے نظریات، منطقیوں کے اُصول، طبیبوں کے قواعد، فلکیوں کی تشریحات، مورخوں کے بیانات، قصہ خوانوں کے قصے، غرض

ہر وہ چیز جس کو قرآن اُس کی تعلیم، اور اس کی ہدایت سے دُور کا واسطہ بھی نہیں، قرآن کی تفسیر و تاویل میں دخل پا گئی ہے۔ اور اس کے برعکس رسول اللہؐ کی سنّت اور اصحاب و اہلِ بیت رسولؐ کے اقوال و آثار اور مشکوٰۃ نبوت سے قریب ترین اکتساب کرنے والوں کے بیانات کو جن کو فہمِ قرآن منحصر ہے اس سے خارج یا قریب قریب بے تعلق کر دیا گیا ہے۔

اِن حالات میں قرآن مجید کو اس کی اصلی صورت میں پیش کرنا، اس کے حقائق و معارف کو اس سیدھے اور صاف طریقے سے سمجھنا اور سمجھانا جس سے قرنِ اوّل کے سچّے مسلمان سمجھتے اور سمجھاتے تھے، ایک بڑا کام مشکل ہے۔ اور اس مشکل کام کے لیے اس رسوخِ علم، سلامتِ قلب اور طہارتِ نفس و رُوح کی ضرورت ہے، جس کی قلت میں اپنے اندر محسوس کرتا ہوں۔ قرآن مجید کو ٹھیک ٹھیک سمجھنے کے لیے سب سے پہلی ضرورت پاکیزگی ہے کہ قرآن ھدی للمتقین ہے۔ جس طرح قرآن کے اوراق کو چھونے کے لیے جسم کی پاکیزگی ضروری ہے اسی طرح اس کے معانی، اس کے معارف، اس کی رُوح تک رسائی حاصل کرنے کے لیے نفس و روح کی پاکیزگی بھی لازم ہے، جس کا دوسرا نام تقویٰ ہے۔ اس کے بغیر انسان بجائے ہدایت پانے کے اُلٹا گمراہ ہو جاتا ہے۔

یُضِلُّ بِہٖ کَثِیۡرًا ۙ وَّ یَہۡدِیۡ	خدا اس قرآن سے بہتوں کو ہدایت دیتا ہے
بِہٖ کَثِیۡرًا ؕ وَ مَا یُضِلُّ بِہٖۤ	اور بہتوں کو گمراہ کر دیتا ہے اور گمراہ جن کو
اِلَّا الۡفٰسِقِیۡنَ (۲ : ۲۶)	کرتا ہے وہ دراصل فاسق ہوتے ہیں۔

اس کے ساتھ رسوخِ علم بھی ضروری ہے۔ جو متشابہات کو بھی محکمات کے درجے میں کر دیتا ہے۔ اور جس کے بغیر انسان اتنا کج فطر و کج فہم ہو جاتا ہے کہ اس کے لیے محکمات بھی متشابہات ہو جاتی ہیں:

مِنۡہُ اٰیٰتٌ مُّحۡکَمٰتٌ ہُنَّ	قرآن میں سے بعض آیتیں صاف و صریح ہیں اور
اُمُّ الۡکِتٰبِ وَ اُخَرُ مُتَشٰبِہٰتٌ ؕ	وہی اصل کتاب ہیں۔ اور بعض کے معانی مشتبہ
فَاَمَّا الَّذِیۡنَ فِیۡ قُلُوۡبِہِمۡ	ہیں تو جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ قرآن
زَیۡغٌ فَیَتَّبِعُوۡنَ مَا تَشَابَہَ	کے مشتبہ اور مبہم حصوں کے پیچھے پڑے رہتے ہیں

مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَ	تاکہ اس سے فتنہ برپا کریں اور من مانی
ابْتِغَاءَ تَأْوِيلِهِ وَمَا يَعْلَمُ	تاویلیں کیا کریں ۔ اور جو علم میں رسوخ اور
تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ وَالرَّاسِخُونَ	پختگی رکھتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہم تو قرآن پر
فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ	ایمان لے آئے ہیں اس میں جو کچھ ہے ہمارے
كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَمَا	رب کی طرف سے ہے اور حق یہ ہے کہ جو عقل
يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُوا الْأَلْبَابِ۔	رکھتے ہیں نصیحت انہی پر کارگر ہوتی ہے ۔

(۳:۱)

پس سلامتی کی راہ تو درحقیقت اس میں تھی کہ جو شخص رسوخِ علم اور طہارتِ قلب کا مالک نہیں ہے وہ " ترجمان القرآن " کی تحریر و ترتیب کا کام اپنے ہاتھ میں نہ لیتا، مگر کام کی دشواری اور اپنی کمزوری کو جاننے کے باوجود محض خدمت کے جذبہ نے مجھ کو اس دعوت کے قبول کرنے پر مجبور کر دیا جو مجھے اس کام کی جانب دی گئی ہے اور اس بھروسہ نے میری ہمت بڑھائی کہ جس خدا نے میرے دل میں یہ جذبہ پیدا کیا ہے، وہی رسوخِ علم، صحتِ فکر، سلامتِ قلب اور طہارتِ نفس و روح بھی ارزانی فرمائے گا ۔

" ترجمان القرآن " کے مقاصد میں سے ایک اہم اور ضروری مقصد یہ بھی ہے کہ مسلمانوں اور غیر مسلموں کو قرآن کے سمجھنے میں مدد دی جائے اس مقصد کے ذیل میں یہ بھی آجاتا ہے کہ ان شکوک و شبہات کو حل کیا جائے جو قرآن مجید کا مطالعہ کرنے والوں کے دلوں میں پیدا ہوتے ہیں ۔ اس کے لیے " ترجمان القرآن " میں ایک مستقل باب رہے گا جس میں ہر شخص کو اپنی مشکلات اور اپنے شبہات پیش کرنے کا حق ہوگا ۔ اور حتی الامکان ان کو حل کرنے کی کوشش کی جائے گی ۔ حتی الامکان میں اس لیے کہہ رہا ہوں کہ کوئی شخص خواہ کتنا ہی بڑا فاضل ہو، یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ وہ ہر مشکل کو حل اور ہر شبہ کو رفع کر دینے پر قادر ہے ۔ ایک شخص زیادہ سے زیادہ بس یہی کر سکتا ہے کہ اپنے علم و فہم کے مطابق لوگوں کے شبہات کو دور کرنے کی کوشش کرے ۔ باقی رہا ان شبہات کو بالفعل دور کر دینا اور ہر شخص کو کلیۃً مطمئن کر دینا تو یہ کسی کے بس کی

بات نہیں ہے۔

اِس کے ساتھ ہی مَیں اس کا مدعی نہیں ہوں کہ مجھ سے غلطی نہیں ہو سکتی۔ ممکن ہے کہ کسی مسئلہ کے سمجھنے اور بیان کرنے میں خود میں غلطی پر ہوں، ایسے مواقع پر مَیں اُمید کرتا ہوں کہ میری کسی غلطی کو قصد و اختیار پر محمول نہ کیا جائے گا۔ بلکہ ناواقفیت اور قلتِ فہم کا نتیجہ سمجھا جائے گا۔ اور اہلِ علم حضرات میری اصلاح کی کوشش فرمائیں گے۔ مَیں یقین دلاتا ہوں کہ کوئی شخص مجھے غلطی پر اصرار کرنے والا ہٹ دھرم نہ پائے گا۔

ایک بات مجھے "ترجمان القرآن" کے ناظرین سے بھی عرض کرنی ہے۔ اس رسالہ کے اجراء کا مقصد جلبِ زر نہیں ہے، اور نہ ہو سکتا ہے۔ اِس قسم کے رسائل نہایت محدود طبقوں میں مقبول ہوتے ہیں۔ اس لیے جو شخص ایسا کوئی رسالہ نکالتا ہے وہ پہلے ہی یہ سمجھ لیتا ہے کہ مالی منفعت کا حصول تو درکنار نقصان سے بچنا بھی مشکل ہے۔ لیکن یہ رسالہ جس دعوت کو پیش کر رہا ہے اس کی کامیابی اس پر منحصر ہے کہ زیادہ سے زیادہ لوگوں تک اس کا پیغام پہنچے، اور زیادہ سے زیادہ آدمی اس کی تعلیم سے مستفید ہوں۔ لہٰذا اس رسالہ کے ہر ناظر کو صرف قاری ہی نہ ہونا چاہیے، بلکہ مبلغ اور داعی بھی ہونا چاہیئے اور اپنے اپنے حلقہ میں اس کی اشاعت کی کوشش کرنی چاہیے۔ میرا کام رسالہ کو مفید اور مفید تر بنانا ہے۔ اور ناظرین کا کام اس کے حلقۂ اشاعت کو وسیع اور وسیع تر کرنا۔

آخر میں ترجمان القرآن کے مؤسس جن کے ہاتھوں سے یہ ماہنامہ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی طرف منتقل ہوا، مولوی ابو محمد مصلح صاحب کا وہ شذرہ بھی نقل کیا جاتا ہے جو رسالے کو مولینا مودودی کے حوالے کرتے ہوئے انہوں نے لکھا تھا۔ اس شذرے سے مولوی ابو مصلح صاحب کا وہ نقطۂ نظر سامنے آجاتا ہے، جو

تحریکِ قرآن کے حوالے سے مولینا مودودی کے متعلق ان کا تھا۔

(مرتب)

تحریک قرآن سے ملک آشنا ہو چکا ہے اور قریب قریب ہر طبقہ کے افراد عملاً اس میں شرکت فرما چکے ہیں آئندہ اگر خدا کو منظور ہے تو بہت جلد ایک تنظیمی شکل پیدا ہو جائے گی اور پھر وہ جس سے چاہے گا اس سلسلہ میں کام لے گا۔

تحریک قرآن اپنے اندر بڑی وسعت رکھتی ہے اس کے اصول و فروع پر بحث کے لیے مستقل تصنیف کی ضرورت ہے۔ الاصلاح سہسرام، مذہب کلکتہ اور سلسلۂ اشاعتِ قرآن حیدرآباد دکن کے تقریباً پانچ ہزار صفحات تحریک کے متعلقات اور توضیحات سے لبریز ہیں۔

نفس تحریک کوئی نئی چیز نہیں، لیکن جس شکل میں اس چودھویں صدی کے اندر اس کو پیش کیا گیا ہے وہ یقیناً جملہ تحریکاتِ ماضی وحال سے اپنے رنگ میں جدا ہے اور یہی اس کی خصوصیت ہے۔

کہا جا سکتا ہے کہ اب تک جو کچھ لکھا جا تا رہا ہے اس میں پندرہ آنے سے زیادہ محرک کے خیال کی ترجمانی ہوتی رہی ہے۔ لیکن ضرورت اس امر کی تھی کہ دوسرے اہل قلم حضرات کے خیالات سے بھی عوام کو آگاہ کیا جائے۔ اور اس طرح ایک ایسی جماعت پیدا ہو جائے جو صرف قرآن مجید کے متعلق سوچے اور اسی کے متعلق لکھے تاکہ مسلمانوں میں یک رنگی پیدا ہو جائے۔

الحمد للہ ترجمان القرآن کے اجراء نے بہت جلد عملی شکل اختیار کی اور مولانا ابوالاعلیٰ مودودی جیسی شخصیت کے ظاہر و باطن کو مستقل طور پر خدا نے اس کے لیے منتخب فرمالیا۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم